درس 106

والأصول في الأصل معلولة، دفع لمن توهم أنه لا يلزم أن يكون النص معلولا، حتى يعدى إلى الفرع بالقياس، يعني أن الأصل في كل اصل من الكتاب والسنة والإجماع، أن يكون معلولا بعلة توجد في الفرع، وإن كان يحتمل ألا يكون معلولا، أو يكون معلولا بعلة قاصرة، لا توجد في الفرع.

أچھا بھائی! بحث چل رہی ہے قیاس کی۔ قیاس کی۔

قیاس آپ نے پڑھا، کسے کہتے ہیں؟

تقدير الفرع بالأصل في الحكم والعلة.

برابر کرنا فرع کو اصل کے ساتھ، حکم اور علة کے اندر بھائی۔

اصل کا حکم تو معلوم تھا، نص کے اندر آیا تھا۔ ہم غور و فکر کرتے ہیں اس حکم کی علت میں، اور وہی علت ہمیں فرع میں ملتی ہے، تو وہی اصل جیسا حکم ہم فرع کو بھی دے دیتے ہیں، یہ ہے قیاس بھائی۔

یہ ہے قیاس۔

اب یہاں آگے متن میں ماتن جو ہیں ایک سوال مقدر کا جواب ذکر کر رہے ہیں،

کہ آپ نے کہا،

کہ قیاس کسے کہتے ہیں؟ کہ اس کے اس میں جو حکم ہو اصل کے اندر، اس کی کوئی نہ کوئی علت ہو گی، اور وہ علت ہمیں پھر کہاں ملی؟ فرع کے اندر ملی، تو ہم نے فرع کو بھی اسی جیسا

حکم دے دیا۔ تو یہ بھی تو ہو سکتا ہے اصل جو ہے وہ معلول ہی نہ ہو، اس حکم کی کوئی علت ہی نہ ہو۔

آپ نے کیا کہا؟ اصل میں جو حکم ہے اس کی علت میں ہم غور کریں گے، علت معلوم کریں گے، اور پھر وہی علت ہمیں فرع میں ملتی ہے تو وہاں بھی اسی جیسا حکم، ہو سکتا ہے اصل کے کوئی میں جو حکم ہے اس کی کوئی علت ہی نہ ہو۔

اعتراض سمجھ میں آیا؟ جی۔ تو جب علت ہی نہیں ہے، تو وہاں پر پھر قیاس تو ہو ہی نہیں سکتا۔

تو ضابطہ بتلا رہے ہیں بھائی باقاعدہ اس کا جواب اور ضابطہ، کہ بھائی اصل یہ ہے،

اصل یہ ہے، کہ ہر حکم کسی نہ کسی علت کا معلول ہوتا ہے۔

اصل کیا ہے؟

ہر حکم میں اصل یہی ہے اس کی ذات کے اعتبار سے، کہ وہ کسی نہ کسی علت کا معلول ہو گا بھائی۔

کسی نہ کسی علت کا معلول۔

تو کہتے ہیں: والأصول في الأصل معلولة، اور اصول جو ہیں اصل کے اعتبار سے یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے، یعنی عوارض سے قطع نظر،

اصول جو ہیں، وہ معلول ہیں بھائی۔ اپنی ذات کے اعتبار سے وہ کیا ہیں؟ معلول ہیں، یعنی کسی نہ کسی علت کا معلول ہیں بھائی۔

اصول، اصول سے یاد رکھیے مراد ہیں،

دلیلیں بھائی۔

ادلہ، اور بات چل رہی ہے قیاس کی۔ ادلہ سے پڑھے آپ نے کل، ادلہ شرعیہ کتنے ہیں؟ چار۔ قیاس کی تو بحث چل رہی ہے، باقی کون سے رہ گئے؟ قرآن، حدیث، اور إجماع۔ تو یہ اصول سے مراد قرآن، حدیث، اور إجماع ہیں، جو دلائل شرعیہ ہیں۔ تو یہ جو اصول ہیں، یا یوں کہیں، یہ جو نصوص ہیں، یہ اصل کے اعتبار سے کیا ہوں گے؟ معلول ہوں گے، یعنی ان کے اندر جو حکم ہو گا، وہ ہمیشہ معلول ہو گا کسی نہ کسی علت کا۔

تو اصل یہی ہے، کہ حکم، ہر حکم کسی نہ کسی علت کا معلول ہو گا، اس کی کوئی نہ کوئی علت ہو گی، اصل کے اعتبار سے، عوارض سے قطع نظر۔ ہاں! اگر کوئی مانع آ جائے، پھر ہو سکتا ہے وہ معلول نہ ہو کسی علت کا۔

جیسے،

فرائض ہیں بھائی، جو عبادتیں فرض کی گئی ہیں۔

جو عبادتیں، جو فرائض عبادتیں فرض کی گئی ہیں، مثلاً پانچ نمازیں پڑھنی ہیں دن میں، اور ہر نماز میں فلاح نماز میں اتنی رکعتیں فرض، فلاح میں اتنی رکعتیں فرض ہیں، اور اسی طرح یہ زکاتوں کی مقداریں وغیرہ ہیں، اور اسی طرح یہ طواف میں مثلاً سات چکر لگانے ہیں، یہ معلول نہیں ہے بھائی بالاتفاق بھائی۔

یہ امور تعبدی ہیں بھائی، امور۔ ان کو صرف عبادت کے طور پر ان چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، بندگی کے طور پر، ان یہ معلول، یہ علت کے ساتھ کسی علت کے معلول، ان کا بطور بندگی کے حکم دیا گیا ہے، تو یہ بالاتفاق غیر معلول ہیں بھائی۔

یہ کیا ہیں بالاتفاق؟ غیر معلول ہیں بھائی۔ تو اصل یہ ہے، کہ ہر حکم کسی نہ کسی علت کا معلول ہو گا، الا یہ کہ کوئی مانع آ جائے،

جیسے کہ،

عبادات میں سے جو فرائض ہیں بھائی۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ وہاں مانع آ گیا بھائی، وہاں وہ ہمیں صرف بندگی کے طور پر ان چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، کہ دن میں کیا کرو؟

پانچ نمازیں پڑھو، اور مثلاً فجر میں کتنے فرض ہیں؟ دو رکعت، ظہر میں کتنے ہیں؟ چار رکعت، یا زکاتوں کی اتنی اتنی مقدار ہے، تو یہ امور جو ہیں، یہ امور تعبدی ہیں، یہ، یہ غیر معلول ہیں۔ یہ بالاتفاق یہ کیا ہیں؟ یہ غیر معلول ہیں۔

تو یہاں مانع آ گیا، ان چیزوں کا حکم بندگی کے طور پر دیا گیا بھائی۔

صورت سمجھ میں آ گیا؟ عبادت کے طور پر ان کا حکم دیا گیا۔

تو اصل کیا ہے؟

کہ ہر حکم کسی نہ کسی علت کا معلول ہوتا ہے، اگرچہ کچھ،

اصول ہمیں غیر معلول بھی ملے بالاتفاق۔

لیکن باقی، اصل کے اعتبار سے باقیوں میں ضابطہ کیا ہے؟ وہاں مانع آ گیا، ورنہ اصل کے اعتبار سے ضابطہ کیا ہے؟

کہ ہر حکم کسی نہ کسی علت کا معلول ہوتا ہے۔

یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی بھائی؟ جی۔

لہٰذا آپ، وہ اعتراض دفع ہوا۔ اعتراض کیا تھا؟

کہ ہو سکتا ہے وہ حکم معلول بالعلة ہو ہی نہ، اس کی کوئی علت ہی نہ ہو، آپ کہہ رہے ہیں کہ اصل کے اندر ہم حکم دیکھتے ہیں، اس کی علت میں غور کرتے ہیں، اور وہی علت ہمیں فرع میں ملتی ہے تو فرع کو وہی حکم دے دیتے ہیں، ہو سکتا ہے بھائی اصل والا حکم معلول ہو ہی نہ، اس کی کوئی علت ہی نہ ہو، تو جواب دے دیا بھائی کہ اصل یہ ہے کہ ان کے اندر، اصول کے اندر، کہ وہ ہمیشہ کیا ہوں گے؟ معلول ہوں گے، الا یہ کہ کوئی مانع آ جائے۔

تو کہتے ہیں: والأصول في الأصل معلولة، اور اصول یعنی کہ قرآن، حدیث، اور إجماع، جو متضمن ہیں احکام کو،

تو وہ،

اصل کے اعتبار سے، یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے معلول ہیں۔ دفع لمن توهم، یہ دفع ہے اس اعتراض کا، وہ جو بعض لوگوں نے وهم کیا، أنه لا يلزم أن يكون النص معلولا، کہ یہ لازم، ضروری نہیں ہے کہ نص جو ہے وہ معلول ہو، یعنی اس کی کوئی علت ہو، حتی يعدى إلى الفرع بالقياس، یہاں تک کہ اس حکم کو پھر متعدی کیا جائے کس کی طرف؟

فرع کی طرف قیاس کے ذریعے، جب وہ معلول ہی نہیں ہے، علت ہی نہیں ہے، تو پھر کیسے اس کو متعدی کیا جا سکتا ہے؟ بعض نے اعتراض کیا۔

تو جواب دے دیا کہ اصل یہ ہے کہ وہ معلول ہوں گے بھائی۔

يعني أن الأصل في كل اصل من الكتاب والسنة والإجماع، بھائی اصول کا کیا معنی میں نے کیا تھا؟

ادلہ، کون سے ادلہ مراد ہیں؟ قیاس کے علاوہ تینوں، دیکھیے وہی بیان کریں گے، یعنی أن الأصل في كل اصل، یعنی اصل جو ہے،

ہر اصل کے اندر، یعنی کتاب، سنت، اور إجماع میں، أن يكون معلولا بعلة، کہ وہ معلول ہو کسی علت کا، توجد في الفرع، کہ وہ معلول ہو بعلة توجد في الفرع، علة نکرہ آیا، اور اس کے بعد توجد فعل آیا، نکرہ کے بعد فعل آئے تو اس کے لیے کیا بنتا ہے؟ صفت، اور موصوف سے پہلے پھر کیا لفظ لائیں گے؟ ایسا یا ایسی کا،

کہ أن يكون معلولا، کہ وہ کیا ہو حکم؟ وہ اصل جو ہے وہ معلول ہو ایسی علت کا، توجد في الفرع، جو کس میں پائی جائے؟ فرع میں بھی پائی جائے، وإن كان يحتمل ألا يكون معلولا، اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ معلول نہ ہو، غیر معلول ہو، جیسے میں نے مثالیں بیان کر دیں بھائی،

أو يكون معلولا بعلة قاصرة، یا وہ معلول ہو علت قاصرہ کے ساتھ،

کس کا معلول ہو علتِ قاصرہ کا؟

بھائی علتِ قاصرہ کا کیا معنی؟ کہتے ہیں: لا توجد في الفرع، جو فرع میں نہ پائی جائے۔

قصر کا معنی بند کرنا، یعنی وہ علت بھی اسی پر بند ہے، کسی اور چیز میں وہ پائی ہی نہیں جاتی، جب اور چیز فرع میں وہ پائی ہی نہیں جا رہی، لہٰذا یہ حکم بھی وہاں متعدی نہیں ہو سکتا، تو علتِ قاصرہ کون سی علت؟

جو صرف اصل میں ہے، فرع میں پائی ہی، کسی اور چیز میں پائی ہی نہیں جا رہی، اسی میں بند ہے۔

تو یہ بھی، تو کہتے ہیں اصل ضابطہ تو یہی ہے،

کہ اصول جو ہیں، وہ معلول ہیں، ان کی کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے، اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے اس کی کوئی علت، اصل کے جو حکم ہے اس، اصل میں جو حکم آیا، ہو سکتا ہے اس کی کوئی علت نہ ہو، یہ بھی احتمال ہے اگرچہ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے علت کس قسم کی ہو؟ علتِ قاصرہ ہو، لیکن بہرحال اصل یہ ہے کہ ہر حکم کیا ہو گا؟ کسی نہ کسی علت کا معلول ہو گا۔

إلا أنه لا ينبغي أن يكتفى بهذا القدر، مگر یہ کہ مناسب، یہ مناسب نہیں ہے کہ اکتفا کیا جائے اسی مقدار پر،

یعنی صرف یہی ضابطہ کافی نہیں ہے کہ اسی کے ذریعے کہہ لیں بس یہ بات بن گئی، اب آپ قیاس شروع کر دیں۔

کہ بھائی ہر چیز میں اصل، ہر حکم میں کیا ہے اصل؟

کہ وہ معلول ہو گا کسی نہ کسی علت کا، یہ کافی نہیں ہے، ولا بد في ذلك من دلالة التمييز، بلکہ ضروری ہے اس کے اندر کسی پہچان والی دلالت کا ہونا،

کوئی ایسی دلیل ہو جو بتلا دے کہ اس حکم کی یہ علت ہے بھائی۔

بھائی آپ ایک حکم کو متعدی کرنا چاہتے ہیں کس کی طرف؟

فرع کی طرف، کس کی طرف؟ فرع کی طرف متعدی کرنا چاہتے ہیں، تو صرف یہ اوپر والا ضابطہ کافی نہیں، کہ اصل اصول کے اندر اصل کیا ہے؟

کہ وہ معلول ہوں گے۔

صرف یہ ضابطہ کافی نہیں، بلکہ یہ جو حکم جو ہے،

یہاں پر بھی آپ کو پہچان ہونی چاہیے، دلیل ہونی چاہیے آپ کے پاس، کہ اس کی یہ والی علت ہی اس کی، یہی چیز، یہی وصف اس کی علت ہے بھائی۔

آپ کو کیا ہونی چاہیے؟

پہچان ہونی چاہیے، دلیل ہونی چاہیے اس بات پر، کہ یہی وصف اس حکم کی علت ہے۔

بھائی اوصاف تو بہت سارے ہوں گے، آپ کو پہچان ہونی چاہیے کہ یہ والی، یہ والا وصف یہ ہے اس وقت علت بھائی، اور اوصاف علت نہیں، جیسے بھائی وہ حدیث کے اندر ہم نے غور کیا بھائی،

غور کیا، تو وہاں کیا کیا وصف ہم نے نکالا تھا علت بھائی ربوا کے لیے؟

قدر اور جنس، دیکھیے یہ ہم نے، جب باقاعدہ دلیل کے ذریعے قدر اور جنس کو سے کی پہچان ہمیں ہوئی کہ یہ یہاں پر علت ہے، اور چیزیں علت نہیں۔

اگرچہ،

ان میں طعام بھی، کھانے والی چیزیں بھی تھیں، کھانے کا بھی وصف ان چیزوں میں تھا، لیکن ہم نے اس کو علت نہیں بنایا،

ان میں ذخیرہ کرنے کی بھی صلاحیت تھی، لیکن ہم نے اس کو علت نہیں بنایا،

تو جس وصف کو آپ علت قرار دے رہے ہیں، باقاعدہ آپ کے پاس اس کی کیا ہونی چاہیے؟ دلیل ہونی چاہیے، کہ یہی وصف علت ہے بھائی، یہی وصف علت ہے۔

تو کہتے ہیں: ولا بد في ذلك من دلالة التمييز، بلکہ ضروری ہے اس میں پہچان کی دلالت کا ہونا، أي دليل يدل على،

من دلالة التمييز، أي دليل يدل على أن هذا أن هذه هي العلة لا غير، یعنی کوئی ایسی دلیل جو دلالت کرے اس بات پر کہ یہی علت ہے، اس کے علاوہ کوئی اور علت نہیں،

كما يعلم في قوله عليه الصلاة والسلام، جیسے کہ معلوم ہو حضور علیہ السلام کے قول: الحنطة بالحنطة من المقابلة، "الحنطة بالحنطة" سے "من المقابلة"، "من المقابلة" کس وجہ سے؟

مقابلے کی وجہ سے پتہ چلا،

کس چیز کا پتہ چلا؟

جنس، جنس، علت کیا ہے؟ جنس، کیونکہ ہر جنس کے مقابلے میں وہی جنس ذکر کی گئی حدیث کے اندر، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور، تو یہ جو مقابلہ آیا، اس مقابلے سے پتہ چلا علت کیا ہے؟ جنس ہے، ومن قوله مثلا بمثل، اور اسی طرح حضور علیہ السلام کے قول "مثلا بمثل" سے، تو

اس سے معلوم ہوا، کیا معلوم ہوا؟

یہ آگے نائب الفاعل آ رہا ہے یعلم کا: کون القدر والجنس علة، علت، قدر اور جنس کا علت ہونا۔

قدر اور جنس کا،

بات سمجھ میں آئی بھائی؟

یعنی کوئی ایسی دلیل ضروری ہے جو بتلا دے کہ یہی علت ہے، یہ والا وصف، اور اوصاف علت نہیں ہیں، جیسے کہ حضور علیہ السلام کے قول الحنطة بالحنطة میں مقابلے سے، اور اسی طرح حضور علیہ السلام کے قول مثلا بمثل سے یہ معلوم ہو گیا کہ قدر اور جنس علت ہیں، کوئی اور چیز علت نہیں ہے بھائی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھائی؟

ولا بد قبل ذلك من قيام الدليل على أنه للحال شاهد، اور ضروری ہے اس سے پہلے،

یہ جو دوسری، پہلے، پہلی بات کیا ذکر ہوئی؟

کہ اصول میں اصل یہ ہے کہ وہ کیا ہوں گے؟ معلول ہوں گے۔ دوسری بات بتلائی کہ صرف یہ بات کافی نہیں، کہ اصل تو یہ ہے ہر علت، ہر حکم معلول ہو گا، بلکہ یہ جو حکم جس کو آپ متعدی کرنا چاہتے ہیں، اس کے اندر بھی، اس کی علت کے لیے آپ کے پاس باقاعدہ دلیل ہونی چاہیے، جس سے پتہ چلے یہ یہ وصف اس کے علت ہے، کوئی اور اس کی علت نہیں، لیکن اس سے پہلے آپ کے پاس ایک، آپ کے پاس دلیل ہونی چاہیے اس بات پر، کہ اس وقت فی الحال بھی اس حکم کی یہی علت ہے۔

فی الحال بھی اس حکم کی، یہی علت ہے، یہ ربوا کی، یہی علت ہے قدر اور جنس، علت ہے فی الحال، صرف وہ ضابطے پہ نظر نہ رکھیں، ضابطہ کیا آ گیا؟

کہ ضابطہ پہلا کیا بیان ہوا؟

ہر حکم کسی نہ کسی علت کا معلول ہوتا ہے۔

یہ ضابطہ صرف یہ نہیں آپ کے لیے کافی،

بلکہ یہ جو حکم متعدی کرنے لگے ہیں،

اس کے اندر آپ کے پاس دلیل ہونی چاہیے، کہ اس وقت بھی اس حکم کی یہی علت ہے۔

اس حکم کے، اس حکم کی یہی، صرف اس ضابطے بھائی، ہر حکم کسی نہ کسی علت کا معلول ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی کسی نہ کسی علت کا معلول ہو گا، نہیں نہیں، بلکہ اس وقت بھی یہ کسی علت کا، یہ حکم بھی کسی نہ کسی علت کا معلول ہے، جس حکم کو متعدی کرنے لگے ہیں، خاص طور پر اس حکم کے بارے میں بھی آپ کے پاس دلیل ہونی چاہیے بھائی، کیونکہ آپ پڑھ چکے، کیونکہ، کہ بعض اصول کو ہم نے غیر معلول پایا ہے بالاتفاق۔

بعض اصول کو ہم نے، غیر معلول پایا ہے بالاتفاق، تو کہیں یہ ان میں سے نہ ہو، یہ بھی غیر معلول نہ ہو، لہٰذا اس کے اندر بھی یہ علت ہے، اس کی بھی آپ کے پاس کیا ہونی چاہیے؟ دلیل، بات سمجھ بھی آ رہی ہے کہ مشکل ہو گئی بھائی؟ ایک تو کلی ضابطہ بیان ہو گیا، وہ کلی ضابطہ کافی نہیں، کیونکہ اس میں سے بعض کے، بعض، بعض اصول کو ہم نے،

غیر معلول بھی پایا ہے، تو کہیں یہ بھی ان میں سے نہ ہو، لہٰذا اس میں بھی غور کر کے دلیل کے ذریعے ثابت کرو کہ اس حکم کی یہ علت ہے بھائی، فی الحال، صورت سمجھ میں آ گئی؟

یہ معنی ہے: ولا بد قبل ذلك من قيام الدليل، اور ضروری ہے اس سے پہلے دلیل کا قائم ہونا، على أنه للحال شاهد، للحال أي في الحال، آگے آپ کو بتلائیں گے بھائی، یہ لام في کے معنی میں ہے۔ کوئی ایسی دلیل قائم ہونی چاہیے اس بات پر کہ أنه للحال شاهد، کہ فی الحال بھی یہ شاہد ہے۔

فی الحال بھی یہ کیا ہے؟ شاہد ہے، شاہد بھائی۔

بھائی دیکھیے،

شاہد سے مراد ان کے معلول ہے، شاہد کے ذریعے کنایہ کس سے کیا؟ معلول۔ آپ کے پاس دلیل ہونی چاہیے کہ فی الحال بھی یہ حکم معلول ہے، اس کی علت ہے۔

فی الحال بھی یہ حکم کیا ہے؟ توجہ سے سننا بھائی۔ فی الحال بھی یہ حکم کیا ہے؟ شاہد کے ذریعے کنایہ کیا کس سے؟ معلول سے۔

کہ فی الحال بھی یہ حکم معلول ہے، صرف اس اصل ضابطے پہ نظر نہیں رکھنی، بلکہ یہ والا حکم جو ہے یہ بھی معلول ہے، اس کی آپ کے پاس دلیل ہونی چاہیے،

اور اس کا کنایہ کیا کس سے تھا؟ اس معلول کو کس کے ساتھ ذکر کر دیا؟ شاہد کے لفظ کے ساتھ، شاہد۔ یعنی کہ یہ اس پر شاہد ہو جائے گا، گواہ ہو جائے گا۔ کس چیز پر؟ فرع کے اندر حکم پر۔ اپ فرع کے اندر حکم لگا رہے ہیں نہ اسی علت کی بناء پر؟ جی۔

تو یہ اصل کے اندر بھی اپ کے پاس دلیل ہو گی۔ کہ اس اصل کے اندر یہ جو گندم وغیرہ میں قدر اور جنس، یہی علت ہے ربا کی۔ گندم وغیرہ میں یہ کیا چیز علت ہے ربا کی؟ جنس اور قدر۔ اب اپ مثلاً چاول پر یہ حکم لگانے لگے ہیں کہ چاول کے اندر بھی لہٰذا چاول کی چاول کے بدلے بیع کرو، تو کیا ضروری؟ برابری ضروری ہے، ورنہ؟ ورنہ ربا لازم آئے گا، حرمت آ جائے گی۔ تو یہ حرمت والا حکم اب اپ زیادتی پر لگا رہے ہیں، تو اس کے لیے وہ اصل شاہد بن جائے گا۔ کیا بن جائے گا؟ وہ گواہ بن جائے گا کہ دیکھو! میرا یہ حکم ہے، تو یہ بھی میری طرح اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔ تو اصل کے اندر اپ کے پاس کیا ہونی چاہیے؟ دلیل ہونی چاہیے کہ یہ اس کی علت ہے۔ جب اصل میں اپ کے پاس دلیل ہو گی، تو یہ اصل اس فرع کے لیے کیا بن جائے گا؟ شاہد بن جائے گا۔

تو کہتے ہیں: **وَلَا بُدَّ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ قِيَامِ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّهُ لِلْحَالِ شَاهِدٌ** اور ضروری ہے اس سے پہلے، یعنی یہ جو پہچان دلیل ہونی چاہیے کہ یہی چیز علت ہے۔ اس سے بھی پہلے ایک چیز ضروری ہے کہ کوئی دلیل قائم ہو اس بات پر کہ یہ یہ جو اصل ہے، یعنی یہ جو حکم ہے اس کا، یہ فی الحال کیا ہے؟ شاہد یعنی معلول ہے، اس کی بھی علت ہے۔ **أَيْ عَلٰى أَنَّ هٰذَا النَّصَّ لِلْحَالِ مَعْلُولٌ** کہ یہ نص فی الحال، دیکھو: **لِلْحَالِ** کا کیا معنیٰ کیا؟ فی الحال۔ کہ یہ نص فی الحال معلول ہے، دیکھو **شَاهِدٌ** کا کیا معنیٰ کیا؟ معلول۔ **مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنْ كَوْنِ الْأُصُولِ فِي الْأَصْلِ مَعْلُولَةً** قطع نظر کرتے ہوئے اس بات سے کہ اصول میں اصل معلول ہونا ہے۔ **فَقَوْلُهُ لِلْحَالِ** تو ماتن کا قول **لِلْحَالِ** جو ہے **مَعْنَاهُ فِي الْحَالِ** اس کا کیا معنیٰ ہے؟ فی الحال۔ **وَقَوْلُهُ شَاهِدٌ** اور ماتن

کا قول جو **شَاهِدٌ** آیا **كِنَايَةً بِهِ عَنْ كَوْنِهِ مَعْلُولًا** کنایہ کیا اس کے ذریعے ماتن نے، مصنف نے **عَنْ كَوْنِهِ مَعْلُولًا** اس اصل کے معلول ہونے سے۔ **لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ مَعْلُولًا بِعِلَّةٍ جَامِعَةٍ** اسی کیونکہ جب وہ معلول ہو گا کسی علتِ جامعہ کا **كَانَ شَاهِدًا عَلٰى حُكْمِ الْفَرْعِ** تو یہ فرع کے حکم پر شاہد بن جائے گا، گواہ بن جائے گا۔

وَالْحَاصِلُ اب حاصل بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں: حاصل یہ کہ **أَنَّ هٰهُنَا ثَلَاثَةَ أُمُورٍ** کہ یہاں پر تین چیزیں ہیں، تین امور ہیں۔ **الْأَوَّلُ** پہلا یہ **أَنَّ الْأَصْلَ فِي كُلِّ نَصٍّ أَنْ يَكُونَ مَعْلُولًا** کہ اصل ہر نص کے اندر یہ ہے کہ وہ کیا ہو؟ معلول ہو اور **وَالثَّانِي أَنْ لَا بُدَّ مِنْ دَلِيلٍ مُسْتَقِلٍّ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ هٰذَا النَّصَّ فِي الْحَالِ مَعْلُولٌ بِقَطْعِ النَّظَرِ عَنْ ذٰلِكَ الْأَصْلِ** دوسرے نمبر پر، بھائی دیکھیے متن میں تین باتیں بیان ہوئی تھیں۔

اب انہی تین کو ذکر کر رہے ہیں۔ لیکن متن میں کس طرح ذکر ہوا تھا؟ پہلے آیا تھا کہ **الْأُصُولُ فِي الْأَصْلِ مَعْلُولَةٌ**، اس کو پہلے نمبر پر ہی ذکر کریں گے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر آیا تھا **بَلْ لَا بُدَّ فِي ذٰلِكَ مِنْ دَلَالَةِ التَّمْيِيزِ**، اس کو ذکر کیا تھا دوسرے نمبر پر اور تیسرے نمبر والی میں کہا تھا: اس سے پہلے، یہ دوسرے نمبر والی سے پہلے اس اور بات کی بھی دلیل ہونی چاہیے، یعنی یہ دوسرے نمبر پر ہے اصل میں لیکن ذکر کہاں کیا گیا تھا؟ تیسرے پر۔ اس کو اب شارح، تیسرے دوسرے والے کو اب دوسرے کے مقام پر ذکر کر رہے ہیں۔

دوسری بات یہ، اب پھر آئیے شرح پر، کہ **أَنْ لَا بُدَّ مِنْ دَلِيلٍ مُسْتَقِلٍّ يَدُلُّ** کہ کوئی مستقل دلیل ہونا ضروری ہے جو دلالت

کرے **عَلٰى أَنَّ هٰذَا النَّصَّ فِي الْحَالِ مَعْلُولٌ** کہ یہ نص فی الحال معلول ہے۔ صرف اس اصل پہ نظر نہیں رکھنی کہ اصل تو ہر حکم میں کیا ہے؟ معلول ہو۔ تو اب یہ جو حکم متعدی کر رہے ہیں، اس کے لیے صرف وہ ضابطہ کافی نہیں، کیوں نہیں وہ کافی؟ کیونکہ بالاتفاق بعض اصول کو ہم نے غیر معلول بھی پایا ہے، تو کہیں یہ ان میں سے نہ ہو، لہٰذا اس میں بھی اس حکم کی یہ علت ہے، اس پر بھی کیا ہونی چاہیے؟ کوئی دلیل ہونی چاہیے۔

تو کہتے ہیں: **وَالثَّانِي أَنْ لَا بُدَّ مِنْ دَلِيلٍ مُسْتَقِلٍّ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ هٰذَا النَّصَّ فِي الْحَالِ مَعْلُولٌ بِقَطْعِ النَّظَرِ عَنْ ذٰلِكَ الْأَصْلِ** کہ یہ نص فی الحال معلول ہے قطع نظر کرتے ہوئے اس اصل سے۔ **وَالثَّالِثُ** اور تیسری بات **أَنْ لَا بُدَّ مِنْ دَلِيلٍ يُمَيِّزُ الْعِلَّةَ مِنْ غَيْرِهَا** کہ ضروری ہے کوئی ایسی دلیل کا ایسی دلیل کا ہونا **يُمَيِّزُ الْعِلَّةَ مِنْ غَيْرِهَا** جو ممتاز کر دے، جدا کر دے علت کو اس غیر علت سے۔ کس سے؟ علت کے لیے باقاعدہ اپ کے پاس دلیل ہونی چاہیے جس سے پتہ چلے کہ یہ یہ وصف علت ہیں، ان کے علاوہ جو اوصاف ہیں وہ علت نہیں، تو ایسی دلیل جو علت کو غیر علت سے جدا کر دے **وَيُبَيِّنُ** اور یہ بیان کر دے **أَنَّ هٰذَا هُوَ الْعِلَّةُ دُونَ مَا عَدَاهُ** کہ یہی علت ہے نہ کہ اس کے علاوہ۔ **فَإِذَا اجْتَمَعَتْ هٰذِهِ الثَّلَاثَةُ** پس جب یہ تین امور جمع ہو جائیں گے **فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْقِيَاسُ حُجَّةً** تو ضروری ہے کہ پھر قیاس کیا ہو گا؟ حجت ہو گا، دلیل ہو گا بھائی۔ بات سمجھ میں ا گئی بھائی؟

ثُمَّ لِلْقِيَاسِ تَفْسِيرٌ لُغَةً وَشَرِيعَةً كَمَا ذَكَرْنَا وَشَرْطٌ وَرُكْنٌ وَحُكْمٌ وَدَفْعٌ

تو کہتے ہیں: **ثُمَّ لِلْقِيَاسِ تَفْسِيرٌ لُغَةً وَشَرِيعَةً كَمَا ذَكَرْنَا وَشَرْطٌ وَرُكْنٌ وَحُكْمٌ وَدَفْعٌ** پھر قیاس کی ایک تفسیر باعتبار لغت کے ہے اور

ایک تفسیر باعتبار شریعت کے ہے **كَمَا ذَكَرْنَا** جیسے ہم نے ذکر کر دیا۔ بھائی قیاس کے لغوی معنیٰ بھی بیان کر دیے تھے کہ عربی زبان میں قیاس کا کیا معنیٰ ہے؟ تقدیر یعنی اندازہ کر کے ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر کرنا، یعنی برابر کرنا بھائی۔

تو یہ تو لغوی معنیٰ بیان ہوا کہ لغت میں قیاس کا معنیٰ ہے برابر کرنا اور شریعت میں قیاس کسے کہتے ہیں؟ وہ اصطلاحی تعریف بھی ذکر ہوئی تھی: **تَقْدِيرُ الْفَرْعِ بِالْأَصْلِ فِي الْحُكْمِ وَالْعِلَّةِ**۔ وہ دو چیزیں بیان ہو گئیں **وَشَرْطٌ وَرُكْنٌ وَحُكْمٌ وَدَفْعٌ** اور شرط بھی ہے قیاس کا، قیاس کی کچھ شرائط بھی ہیں **وَرُكْنٌ** اور رکن بھی ہے **وَحُكْمٌ** اور حکم بھی ہے **وَدَفْعٌ** اور دفع بھی ہے، یعنی کس طرح ایک قیاس اپ پیش کرتے ہیں، ایک اپ کا مقابل پیش کرتا ہے، ہم بھی قیاس پیش کرتے ہیں مثلاً ہمارے مقابلے میں امام شافعی رحمہ اللہ بھی قیاس پیش کرتے ہیں، تو کس طرح ان کے قیاس کو رد کیا جائے گا بھائی؟ کس طرح ان کے قیاس کو رد کیا جائے گا، پھر ہی ہمارا قیاس حجت بنے گا نہ جب ہم ان کے قیاس کو کیا کر دیں گے؟ رد کر دیں گے۔

تو اب ان سب کا بیان، تو یہ کل کتنی چیزیں ہو گئیں؟ لغوی تفسیر، شرعی تفسیر، شرط، رکن، حکم اور دفع، یہ چھ چیزیں۔ چھ میں سے دو بیان ہو چکی ہیں، لغوی تفسیر بھی اور شرعی تفسیر بھی۔ اب چار چیزیں رہ گئیں، ان کو اب بیان کرنے لگے ہیں ماتن بھائی۔ تو کہتے ہیں، شارح فرماتے ہیں: **فَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ هٰذِهِ الْأَرْبَعَةِ** پس ضروری ہوا ان چار کا بیان **لِأَجْلِ مُحَافَظَةِ قِيَاسِهِ** اپنے قیاس کی حفاظت کے لیے **وَدَفْعِ قِيَاسِ خَصْمِهِ** اور اپنے فریقِ مخالف کے قیاس کو دفع کرنے کے لیے بھائی۔ تبھی قیاس کی

حفاظت ہو گی نہ جب ہم فریقِ مخالف یعنی مقابل کے قیاس کو کیا کریں گے؟ دور کر دیں گے، اس کا جواب دے دیں گے۔ تو خصم کہتے ہیں فریقِ مخالف کو، مقابل کو بھائی مقابل۔

فَشَرْطُهُ اب شرطیں ذکر کریں گے سب سے پہلے قیاس کی بھائی۔ **فَشَرْطُهُ** پہلی شرط ذکر کر رہے ہیں۔ **فَشَرْطُهُ أَنْ لَا يَكُونَ الْأَصْلُ مَخْصُوصًا بِحُكْمِهِ بِنَصٍّ آخَرَ** شرط اس کی یہ ہے قیاس کی کہ **أَنْ لَا يَكُونَ الْأَصْلُ** کہ نہ ہو اصل، کہ اصل یعنی مقیس علیہ، اصل کون ہے؟ مقیس علیہ، جیسے اس حدیث کے اندر بھائی مقیس علیہ مثلاً کیا تھا؟ گندم مقیس علیہ اور چاول کیا تھے؟ مقیس۔ تو اصل سے کیا مراد ہے یہاں؟ مقیس علیہ۔ تو کہتے ہیں قیاس کی شرط یہ ہے **أَنْ لَا يَكُونَ الْأَصْلُ** کہ اصل یعنی مقیس علیہ جو ہے وہ وہ ایسا نہ ہو **مَخْصُوصًا بِحُكْمِهِ** کہ وہ مخصوص ہو کس کے ساتھ؟ اپنے حکم کے ساتھ **بِنَصٍّ آخَرَ** کسی کسی دوسری نص کی وجہ سے بھائی۔

پہلی شرط کیا ذکر کی؟ کہ اصل ایسی اصل ایسا نہ ہو یعنی مقیس علیہ ایسا نہ ہو کہ وہ مخصوص ہو اپنے حکم کے ساتھ، یعنی اس کا حکم اسی کے ساتھ خاص ہو، اسی میں بند ہو، ایسا نہ ہو کسی دوسری نص، یہ نہ ہو کہ یہ ایسا نہ ہو کہ کسی دوسری نص سے پتہ چل رہا ہو کہ یہ حکم اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر دوسری نص نے آ کر بتلا دیا کہ یہ اسی کا حکم ہے، اسی میں بند ہے اور کسی کا یہ حکم نہیں، تو اگر دوسری نص نے یہ بتا دیا تو پھر اس پر کسی کو قیاس کرنا بھی جائز نہیں ہو گا بھائی، کیونکہ وہ نص بتلا رہی ہے کہ یہ حکم اسی کا ہے، ہر ایک کا حکم نہیں ہے۔ جب اس نے بتلا دیا کہ یہ حکم اسی کے ساتھ مخصوص ہے، اسی میں

بند ہے، تو پھر اس پر قیاس کرنا جائز نہیں۔ تو پہلی شرط کیا ہے قیاس کی؟ کہ مقیس علیہ ایسا نہ ہو کہ اس کا حکم اسی کے ساتھ مخصوص ہو بنصٍ آخر کسی دوسری نص کی وجہ سے بھائی، کسی دوسری نص کی وجہ سے۔

بھائی یاد رکھیے! یہاں پر میں نے اصل کی تفسیر کیا کی؟ اصل سے کیا مراد ہے؟ مقیس علیہ۔ یاد رکھیے! یہ تفسیر ہے عند الجمھور۔ جمہور کے نزدیک، جمہور یہ کہتے ہیں: اصل سے مراد ہے مقیس علیہ، اور فرع سے مراد ہے مقیس۔ فرع سے کیا مراد ہے؟ مقیس مراد ہے، مقیس مراد ہے۔ جیسے وہ چاول اور گندم کے اندر بھائی، اصل کیا تھا؟ گندم، وہ ہے مقیس علیہ، اور چاول کیا ہیں؟ مقیس، وہ ہے فرع، وہ ہے فرع بھائی۔ تو معلوم ہوا اصل سے کیا مراد ہوا؟ مقیس علیہ، یعنی محلِ حکم۔ کیا مراد ہوا؟ یعنی جس کے بارے میں حکم ہے بھائی، جس کے بارے میں حکم ہے، حکم تو حلت اور حرمت والا ہے، لیکن حکم کا محل کیا ہے؟ کس کے بارے میں؟ گندم کے بارے میں اور چاول کے بارے میں، تو محلِ حکم مراد ہوا۔ بس اتنا اپ یاد رکھیں، مقیس علیہ مراد ہے۔ کیا مراد ہے؟ جمہور کے نزدیک اصل کی جمہور کیا تفسیر کرتے ہیں اصل کی؟ مقیس علیہ، اور فرع کی کیا تفسیر کرتے ہیں؟ مقیس، کہ اس سے مراد مقیس ہے۔

بعض علماء وہ فرماتے ہیں کہ اصل سے مراد ہے وہ دلیل بھائی، جس سے اصل میں حکم ثابت، جو اصل کے حکم کے بارے میں جو نص ہے، جو دلیل ہے، وہ ہے اصل۔ وہ مقیس علیہ کہ مقیس علیہ نہیں، اس کو کہتے ہیں اصل، بلکہ مقیس علیہ کے بارے میں جو دلیل ہے، جس میں وہ حکم ذکر ہے یعنی وہ حدیث، وہ کیا

کہتے ہیں اصل؟ ہم نے تو کہا اصل اصل سے کیا مراد ہے؟ توجہ سے سننا یہ مشکل مقام ہے بھائی! جمہور کیا کہتے ہیں؟ اصل سے کیا مراد ہے؟ مقیس علیہ، اور فرع سے کیا مراد ہے؟ مقیس۔ بعض علماء کہتے ہیں: اصل سے مراد وہ دلیل ہے، یعنی وہ نص ہے، جس کے وجہ سے مقیس علیہ کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔ گندم تھا مقیس علیہ، اس کا حکم کس سے پتہ چل رہا تھا؟ وہ حدیث سے پتہ چل رہا تھا، تو وہ دلیل وہ نص جو ہے وہ ہے اصل۔ وہ ہے اصل جس میں اس مقیس علیہ کا حکم آ رہا ہے، وہ ہے اصل۔ اور جو فرع کے اندر جو حکم آیا، وہ فرع کا حکم، وہ ہے فرع بھائی۔ مقیس کا حکم جو ہے وہ کیا ہے؟ فرع ہے۔

جمہور نے کیا کہا؟ اصل کیا ہے؟ مقیس علیہ، اور فرع کیا ہے؟ مقیس ہے۔ بعض علماء نے کہا: نہیں، اصل ہے مقیس علیہ کا، یوں کہیں، اصل ہے مقیس علیہ کا حکم، یعنی اس کی وہ جو دلیل ہے۔ اور فرع جو ہے وہ مقیس کا کے اندر جو حکم ثابت کیا، وہ کیا ہے؟ فرع۔ اصل کا حکم یعنی مقیس علیہ کا حکم، وہ اصل یعنی اس کی جو دلیل ہے وہ ہے اصل، یعنی وہ حدیث اصل ہے۔ اور مقیس میں جو حکم ثابت کیا، وہ حکم کیا ہے؟ ہاں، تو مقیس نہیں فرع بلکہ اس کا حکم فرع ہے بھائی۔ یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی بھائی؟

اب یہاں شارح پہلے جمہور کے مطابق تفسیر بیان کریں گے بھائی، جمہور کے مطابق تفسیر۔ جمہور کے مطابق اصل کا کیا معنیٰ کیا تھا؟ مقیس علیہ، دیکھیے بھائی: **اَلظَّاهِرُ أَنَّ الْأَصْلَ هُوَ الْمَقِيسُ عَلَيْهِ** ظاہر یہی ہے کہ اصل کیا ہے؟ مقیس علیہ ہے۔ **وَالْبَاءُ فِي بِحُكْمِهِ** اور یہ جو با آئی ماتن کے قول **بِحُكْمِهِ** میں،

بِحُكْمِهِ پر کیا حکم پر کیا داخل ہو رہی ہے؟ با، کہتے ہیں: **دَاخِلٌ عَلَى الْمَقْصُورِ** یہ کس پر داخل ہوئی ہے؟ مقصور بھائی، مقصور۔

یاد رکھیے! یہ خصّ یخصّ، اختصّ، خصّ وغیرہ مادے کے ساتھ با استعمال ہوتی ہے۔ اور اس با کے اندر، یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے بھائی، دوبارہ سن لیں بھائی، اس با کے اندر اصل یہ ہے کہ یہ مقصور علیہ پر داخل ہوتی ہے۔ کس پر داخل ہوتی ہے؟ مقصور علیہ۔ ایک ہوتا ہے مقصور جس کو بند کیا گیا، ایک ہے مقصور علیہ جس پر بند کیا گیا۔ تو اصل کیا ہے؟ با کس پر داخل ہوتی ہے؟ مقصور علیہ پر داخل ہوتی ہے، یعنی جس پر با داخل ہوئی وہ ہے مقصور علیہ اور دوسرا کیا ہے؟ مقصور۔ مثلاً میں کہتا ہوں: خصصتُ هذه الساعة بالحديث، خصصتُ هذه الساعة بالحديث، میں نے اس گھنٹے کو خاص کر دیا حدیث کے ساتھ، تو با کس پر داخل ہوئی؟ حدیث پر، حدیث ہوئی مقصور علیہ، اور یہ گھنٹہ کیا ہوا؟ مقصور۔ یعنی میں نے اس گھنٹے کو بند کر دیا ہے حدیث کے لیے، یعنی اس گھنٹے میں حدیث ہی کا سبق ہو گا اور کسی چیز کا سبق نہیں ہو گا۔ تو اس گھنٹے کو میں نے بند کر دیا کس کے اندر؟ حدیث کے اندر، حدیث کو نہیں اس میں بند کیا کہ حدیث کا سبق صرف اسی گھنٹے میں ہو گا اور کسی میں نہیں ہو گا۔ حدیث کا سبق ہو سکتا ہے اور گھنٹوں میں، لیکن اس گھنٹے میں کون سا سبق ہو گا صرف؟ حدیث ہی کا ہو گا، تو دیکھیے یہاں پر بند کس کو کیا میں نے؟ کس کو بند کیا؟ گھنٹے کو بند کیا، کس میں بند کیا؟ حدیث میں، اور حدیث تو گھنٹہ ہوا مقصور اور حدیث کیا ہوئی؟ مقصور علیہ، اور اب اپ دیکھیے: خصصتُ هذه الساعة بالحديث، با کس پر داخل ہے؟ حدیث پر اور حدیث کیا ہے؟ مقصور

علیہ۔ تو با کے اندر اصل یہ ہے کہ یہ کس پر داخل ہوتی ہے؟ مقصور علیہ پر، لیکن کبھی کبھار یہ مقصور پر بھی داخل ہو جاتی ہے۔

مثلاً میں کہتا ہوں: خصصتُ فلاناً بذکری، خصصتُ فلاناً بذکری، میں نے فلاں کو خاص کیا اپنے ذکر کے ساتھ، یعنی صرف اسی کا ذکر کیا۔ صرف یعنی اپنے ذکر کو اسی میں بند کر دیا، صرف اسی کا میں نے ذکر کیا، کسی اور کا ذکر نہیں کیا، تو یہاں با کس پر داخل ہو رہی ہے؟ مقصور پر داخل ہو رہی ہے، ذکر کو میں نے اس میں بند کیا نہ کہ اس کو اپنے ذکر میں بند کیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو با میں اصل کیا ہے؟ کس پر داخل ہوتی ہے؟ مقصور علیہ پر، لیکن کبھی کبھار کس پر داخل ہو جاتی ہے؟ مقصور پر بھی داخل ہو جاتی ہے۔ ایک اور دوسری مثال دیکھ لیں کہ با کس پر داخل ہے؟ مقصور پر۔ اصل تو ہے مقصور علیہ پر داخل ہوتی ہے، لیکن کس پر داخل ہوتی ہے کبھی؟ مقصور، دوسری مثال: جیسے علامہ زمخشری جو ہیں وہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ کا معنیٰ بیان کرتے ہیں، إِيَّاكَ نَعْبُدُ، کیا ترجمہ کرتے ہیں اپ إِيَّاكَ نَعْبُدُ کا؟

اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ تو دیکھئے علامہ زمخشری اس کا ترجمہ کرتے ہیں "نخصک بالعبادۃ"، "نخصک بالعبادۃ"۔ با کس پر داخل کی؟ عبادت پر۔ یعنی ہماری عبادت بند ہے آپ کے اندر اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی عبادت نہیں کرتے۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہاں بھی با کس پر داخل ہو رہی ہے؟ مقصور پر داخل ہو رہی ہے۔ تو با کبھی کبھار مقصور پر داخل ہو

جاتی ہے۔ تو یہاں پر بھی با کس پر داخل ہوئی ہے؟ مقصور۔ "بحکمه" میں مقصور پر۔ تو کیا؟ اوپر ذرا متن پہ نظر رکھیں۔ شرط یہ ہے کہ وہ اصل یعنی مقیس علیہ، وہ مخصوص نہ ہو اپنے حکم کے ساتھ کیا معنیٰ؟ با کس پر داخل ہوئی؟ مقصور۔ یعنی وہ حکم مقیس علیہ پر بند نہ ہو۔

یعنی وہ حکم، وہ حکم کہیں کسی دوسری، کوئی دوسری نہ آ کر یہ نہ بتا دے کہ یہ حکم، یہ جو مقیس علیہ کا ہے، یہ مقیس علیہ ہی پر بند ہے، اس سے تجاوز نہیں کر رہا، کسی اور کے لیے یہ حکم تم ثابت نہیں کر سکتے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اس کے آگے مثال ذکر کریں گے بھائی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھائی، جلیل القدر صحابی گزرے ہیں۔ آگے واقعہ ذکر کریں گے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے ایک اونٹنی خریدی بھائی، اور اس کو پیسے ادا کر دیے۔ بعد میں اعرابی، وہ دیہاتی پھر آ گیا پیسے وصول کرنے کہ میرے پیسے دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: میں پیسے تمہیں ادا کر چکا ہوں۔ اس نے کہا: پیسے ادا نہیں کیے آپ نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے کہ میں نے پیسے ادا کر دیے ہیں، وہ کہنے لگا: گواہ لے کر آؤ۔ حضور علیہ السلام فرمانے لگے: کون گواہی دے گا؟ اس وقت تو کوئی تھا ہی نہیں وہاں پر، کون گواہی دے گا؟

تو تو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں اے اللہ کے پیغمبر! کہ آپ نے ان کو اونٹنی کے پیسے ادا کر دیے۔ حضور علیہ السلام فرمانے لگے: اے خزیمہ! تم تو وہاں موجود ہی نہیں تھے، تم کیسے گواہی دے رہے ہو؟

کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ ہمیں آسمان کی خبریں بتلاتے ہیں، ہم ان میں آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ تو جب آپ اس کے ایک اونٹنی کے پیسے دینے کے بارے میں آپ نے فرما دیا: میں نے ادا کر دیے، تو ہم کیسے اس کے اندر آپ کی تصدیق نہیں کریں گے؟ حضور علیہ السلام، صحابہ عجیب لوگ تھے مولانا! انسان حیران ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام اتنے خوش ہوئے ان کی بات سن کر اور فرمایا کہ جس کے لیے خزیمہ نے گواہی دی، اس کے لیے وہی گواہی کافی ہے۔ آپ نے خزیمہ کی گواہی کو دو بندوں کے، دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا بھائی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ذو الشہادتین کہلاتے ہیں بھائی، ذو الشہادت، دو شہادتوں والے۔ آپ کی شہادت کسی مسئلے میں کافی ہوتی تھی بھائی۔ یہ آپ کی فضیلت تھی، آپ کا اعزاز تھا جو اللہ نے آپ کو نصیب فرمایا بھائی۔

ہر مسئلے کے اندر دو گواہ طلب کیے جاتے، لیکن جس مسئلے کے اندر حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ جاتے، وہاں پھر عدد کی شرط نہیں تھی، ان کی اپنی گواہی حضور نے کتنے کے برابر قرار دے دی تھی؟ دو گواہوں کے برابر بھائی۔

تو دیکھئے، اب عام حکم تو یہی ہے کہ گواہ کتنے ہونے چاہئیں؟ دو۔ لیکن ایک نص نے آ کر بتلایا، اور ہاں، کہ اور حضرت خزیمہ کی گواہی کتنے کے برابر ہے؟ دو کے برابر۔ اور یہ حکم حضرت خزیمہ ہی میں بند ہے، یہ اس حدیث نے بتلایا، کہ حدیث میں کیا آیا؟ کہ جس شخص کے لیے خزیمہ نے گواہی دی، تو وہی اس کو کافی ہے۔ دیکھو ان کا نام لے کر باقاعدہ ذکر کیا جا رہا ہے، معلوم ہوا یہ صرف انہی کا حکم ہے، جس کے لیے خزیمہ نے گواہی

دی، تو وہ اس کے لیے کافی ہے، معلوم ہوا صرف یہ انہی کا حکم ہے بھائی، کہ ان کی گواہی کتنے کے برابر؟ دو کے برابر ہے بھائی۔

تو دیکھو یہاں مقیس علیہ، حضرت خزیمہ جو ہیں، ان کا حکم انہی میں بند ہے دوسری نص کی وجہ سے۔ کون سی نص؟ وہ جو حدیث میں آیا کہ جس کے لیے خزیمہ نے گواہی دی، تو وہ اس کے لیے کافی ہے بھائی۔

"والمعنى"، اور معنیٰ یہ ہوا، یہ اب وہی متن کا معنیٰ بیان کرنے لگے ہیں، کہ "أن لا يكون المقيس عليه"، کہ مقیس علیہ نہ ہو ایسا "كخزيمة رضي الله تعالى عنه مثلاً"، جیسے کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مثال کے طور پر، کہ تو وہ مقیس علیہ نہ ہو "مقصوراً عليه"، کہ بند کیا گیا ہو "حكمه"، اس کا، بند کیا گیا ہو اس پر "حكمه"، اس کا حکم "بنص آخر"، کسی دوسری نص کی وجہ سے۔ نصِ آخر سے کیا مراد ہے؟ وہ حدیث جو مقیس علیہ کے حکم کو بتلا رہی تھی، یعنی حضرت خزیمہ کے حکم کو بتلا رہی تھی، وہ نصِ آخر وہ ہے بھائی۔ معنیٰ سمجھ میں آ گیا؟ تو معنیٰ کیا ہوا کہ مقیس علیہ ایسا نہ ہو کہ بند کر دیا گیا ہو اس مقیس علیہ پر اس کے حکم کو بنصِ آخر کسی دوسری نص کی وجہ سے۔

"إذ لو كان حكمه مقصوراً عليه بالنص فكيف يقاس عليه غيره؟"، اس لیے کیونکہ اگر اس کا حکم جو ہے، اسی پر بند کر دیا گیا ہے نص کے ذریعے، تو پھر کیسے اس پر کسی غیر کو قیاس کیا جا سکتا ہے؟

"ولا يجوز أن يراد بالأصل النص"، اور یہ جائز نہیں ہے کہ اصل سے مراد نص ہو۔ یہ وہ دوسرا قول آیا۔ پہلی تقریر گزر گئی مولانا۔ پہلی تقریر جمہور کے قول کے مطابق، اصل سے کیا مراد؟ مقیس علیہ۔ فرع سے کیا مراد؟ مقیس۔ اور اب دوسرا قول ذکر کریں گے، کہ بعض علماء نے کیا کہا کہ اصل سے کیا مراد ہے؟ وہ دلیل، وہ نص جس جو کس پر دلالت کر رہی ہے؟ مقیس علیہ کے حکم پر دلالت کر رہی ہے، یعنی جس میں مقیس علیہ کا حکم مذکور ہے، وہ نص بھائی۔ تو کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے کہ "أن يراد بالأصل النص"، کہ اصل سے کیا مراد ہو؟ نص مراد ہو، وہ نص "الدال على حكم المقيس عليه"، جو دلالت کر رہی ہے مقیس علیہ کے حکم پر۔ مثلاً کون سی نص تھی؟ وہ جو حدیث آئی حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس میں آیا نہ، اس مقیس علیہ کون ہے؟ حضرت خزیمہ۔ مثال کو ذہن میں رکھیں، پھر بات واضح ہوتی چلی جائے گی بھائی۔ جب مقیس علیہ کا ذکر آئے، سمجھ آئے کون ہے؟ مثلاً حضرت خزیمہ۔ تو جیسے ان کا، وہ نص جو دلالت، یہ جائز نہیں ہے کہ مراد اصل سے وہ نص ہو جو دلالت کر رہی ہے مقیس علیہ کے حکم پر، کون سی نص دلالت کر رہی تھی مقیس علیہ کے حکم پر؟ وہ جو ان کے بارے میں حدیث آئی تھی۔

اچھا، اب یہ متن دیکھئے، حل کرتے جائیں گے۔ کہتے ہیں "ويكون الباء"، "ويكون الباء بمعني مع"، "أن يراد"، "يراد" پر عطف ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ اصل سے وہ نص مراد ہو جو مقیس علیہ کے حکم پر دلالت کر رہی ہے، "ويكون الباء بمعني مع"، اور یہ جائز نہیں ہے کہ با کس معنیٰ میں ہو؟ مع کے معنیٰ میں ہو، "إذ يكون المعنى حينئذ"، اس لیے کیونکہ اس وقت معنیٰ یہ ہو جائے گا، انہوں نے کیا کہا؟ کہ اصل سے مراد، یہ جائز نہیں ہے کہ اصل

کا سے کیا مراد لے لیں آپ؟ نص۔ اور یہ "مخصوصاً بحکمه"، اس با کو کس معنیٰ میں لے لیں؟ مع کے معنیٰ میں، یہ جائز نہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں اس صورت میں ایسا معنیٰ بن جائے گا جو درست ہی نہیں ہے۔ ایسا معنیٰ بنے گا جو درست ہی نہیں ہے۔

اچھا، اب ذرا متن پہ آئیے، پھر آپ کو بات سمجھ میں آئے گی۔

"فشرطه"، قیاس کی شرط یہ ہے "أن لا يكون الأصل"، کہ اصل جو ہے، کون اصل؟ دوسرا معنیٰ، دوسرا معنیٰ اب چل رہا ہے۔ نص، وہ کون سی نص؟ جو مقیس علیہ کا حکم بتلا رہی تھی۔ اور وہ کیا تھی؟ مثلاً حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو تھی۔ کہ وہ، قیاس کی شرط یہ ہے کہ وہ نص جو ہے، وہ مخصوص نہ ہو، با کس معنیٰ میں لے لیا؟ مع کے معنیٰ میں، "مع حکمه"، اپنے حکم کے ساتھ، یعنی اپنے حکم سمیت، اپنے ساتھ آگے پھر ایک اور با آ رہی ہے، اس لیے اس کا ساتھ کے بجائے سمیت کا لفظ لے آئیں ترجمے کے اندر، ذرا واضح ہو جائے گی۔ قیاس کی شرط یہ ہے کہ وہ نص، وہ اپنے حکم سمیت مخصوص نہ ہو "بنص آخر"، دوسری نص کے ساتھ اور نصِ آخر سے کیا مراد تھا؟ پہلے کیا گزرا؟ وہی جس میں مقیس علیہ کا حکم آیا تھا نا، حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم جس میں تھا۔ تو پہلی، اصل سے بھی کیا مراد ہوئی؟ وہی نص، اور نصِ آخر سے بھی کیا مراد ہوئی؟ وہی نص، تو معنیٰ ہی نہیں بنتا بھائی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھائی؟

بات سمجھ بھی آئی کہ ویسے سر ہلا رہے ہیں؟ جی؟ کیونکہ اس صورت میں اصل سے مراد کیا؟ وہ نص، کون سی نص؟ جس میں مقیس علیہ کا حکم تھا۔ اور نصِ آخر ابھی گزرا تھا، اس سے بھی

کیا مراد تھی؟ وہی نص جس میں کیا تھا؟ مقیس علیہ کا حکم تھا، تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اس صورت میں اس سے تو یہ پتہ چلا کہ وہ نص اپنے حکم سمیت مخصوص نہ ہو کس کے ساتھ؟ دوسری نص، اور دوسری سے بھی کون سی نص مراد ہے؟ یہی، حالانکہ متن بتلا رہا ہے وہ دوسری نص ہے اور حالانکہ وہ تو وہی نص ہے بھائی۔ نص تو ایک ہی ہے اور عبارت سے کیا پتہ لگ رہا ہے جیسے کہ دو، دو نصیں ہیں بھائی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ خرابی سمجھ میں آ گئی؟

یہ شارح نے یہ فرما کر اس دوسرے قول کو رد کر دیا۔ کون سے دوسرے قول کو رد کیا؟ کہ اصل کو نص کے معنیٰ میں، اور با کو مع کے معنیٰ میں نہیں لے سکتے بھائی۔ بعض اور شارحین نے تقریر کی اور ان کی تقریر بھی بالکل درست ہے، کہ کہ نص سے اصل مراد لے لیں، اور با مع کے معنیٰ میں لے لیں، اور "بنص آخر" میں با کو سببیہ بنا دیں، اور نصِ آخر سے کون سی نص مراد لے لیں؟ "واستشهدوا شهيدين من رجالكم" والی۔ تو دیکھئے، اب متن پہ ذرا پھر آئیے، آپ دیکھئے ترجمہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اب ہم یہ تقریر کریں گے، دوسرے شارحین نے جو کی۔ شرط اس کی یہ ہے "أن لا يكون الأصل مخصوصاً بحكمه"، پس شرط یہ ہے کہ اصل، کون اصل؟ وہ نص جو کس پر دلالت کر رہی ہے مقیس علیہ کے حکم پر، یعنی شہادتِ خزیمہ پر، وہ نص جو ہے، وہ اپنے حکم کے ساتھ، اپنے حکم کے ساتھ مخصوص نہ ہو، "أن لا يكون" آ رہا ہے نا، شرط یہ ہے کہ وہ نص، وہ اپنے حکم کے ساتھ مخصوص نہ ہو "بنص آخر"، ایک دوسری نص کی وجہ سے، وہ کون سی نص ہے؟ بھائی وہ نص بتلا رہی ہے، عام حکم ہے کہ ہر جہاں بھی گواہ بنانے پڑیں، کتنے گواہ بنانے پڑیں

گے؟ دو بنانے پڑیں گے، معلوم ہوا ایک گواہ، ایک شخص گواہی کے طور پر کہیں بھی کافی نہیں۔ اس نے نفی کر دی سب سے، ایک گواہی کافی نہیں، اور اس حدیث میں بتلایا کہ خزیمہ کی گواہی بھی کافی ہے، معلوم ہوا اس نص نے جو حکم بیان کیا وہ صرف ان کا، کس کا بیان ہوا؟ جی؟ اس نص سے کیا پتہ چلا؟ سب کا کیا حکم ہے؟ گواہ، گواہ دو ہوں، معلوم ہوا ایک کی گواہی کافی نہیں، اور اس نص کی، اس نص کی وجہ سے پتہ لگا کہ یہ صرف خزیمہ کا حکم ہے کہ ایک کی بھی گواہی کافی ہے۔

اس نص نے تو نفی کی تھی سب سے، کہ سب کا یہ حکم ہے، کسی کی بھی اکیلے کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ تو اس نص کی وجہ سے، اس کے سبب سے پتہ چلا کہ یہ صرف کن کی خصوصیت ہے؟ یہ صرف حضرت خزیمہ کی، ان کی اکیلے کی بھی گواہی قبول ہے، ورنہ وہ نص تو بتلا رہی ہے اکیلے کی گواہی قبول ہی نہیں۔ تو یہ تخصیص کا پتہ کس سے چلا؟ اس دوسری نص کی وجہ سے پتہ چلا کہ باقیوں کا یہ حکم نہیں ہے، باقیوں کا عام حکم ہے "واستشھدوا شھیدین من رجالکم"، تو اس نص نے سب کا حکم بیان کر دیا تھا، معلوم ہوا یہ صرف کس کی خصوصیت ہے؟ خزیمہ۔ تقریر سمجھ میں آ گئی کہ نہیں آئی بھائی؟

"کشھادۃ خزیمۃ وحدہ"، جیسے کہ گواہی حضرت اکیلے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، "فإنه مخصوص بقوله علیه الصلاۃ والسلام"، پس بے شک حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ مخصوص ہیں حضور علیہ السلام کے اس قول کے ساتھ، یہ وہ حدیث آ گئی، "من شھد له خزیمۃ فھو حسبه"، جس کے لیے گواہی دی خزیمہ نے، تو وہ اس کے لیے کافی ہے، "ولا ینبغي أن یقاس

عليه من هو أعلى حالاً منه"، اور یہ مناسب نہیں ہے کہ قیاس کیا جائے ان پر ان کو جو ان سے اعلیٰ ہیں حال کے اعتبار سے، "كالخلفاء الراشدين"، جیسے خلفائے راشدین۔ بھائی یہ اب جائز نہیں ہے کہ ان پر اوروں کو بھی قیاس کیا جائے کہ بھائی خزیمہ جب وہ اکیلے ان کی ایک ہی گواہی قابلِ قبول ہے، تو خلفائے راشدین تو ان سے درجے میں اعلیٰ ہیں، ان کی تو بطریقِ اولیٰ ایک ہی گواہی قابلِ قبول ہونی چاہئے۔ نہیں بھائی، اس پر قیاس ہم نہیں کر سکتے، کیونکہ اس حدیث نے کیا بتلا دیا کہ یہ صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ہے، یہ ان کا اعزاز ہے، تو یہ جزوی فضیلت ان کو اللہ نے نصیب فرمائی۔

تو کہتے ہیں "ولا ينبغي أن يقاس عليه من هو أعلى حالاً منه"، اور مناسب نہیں ہے کہ قیاس کیا جائے ان پر ان کو جو ان سے اعلیٰ ہیں باعتبار حال کے، جو ان کے مقابلے میں اعلیٰ ہیں باعتبار حال کے، "كالخلفاء الراشدين"، جیسے خلفائے راشدین، "إذ تبطل حينئذ كرامة اختصاصه بهذا الحكم"،، اسی کیونکہ اس صورت میں تو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اختصاص کی جو کرامت ہے وہ اس حکم کے ساتھ اس صورت میں باطل ہو جائے گی۔

إذ تبطل حينئذ كرامة اختصاصه بهذا الحكم، اس صورت اس وقت میں پھر اگر ہم قیاس کر لیں تو اس وقت تو باطل ہو جائے گی وہ جو اس حکم کے ساتھ حضرت خزیمہ کے اختصاص کی کرامت ہے، وہ جو ان کا اعزاز ہے، وہ جو ان کی فضیلت ہے، وہ تو باطل ہو جائے گی، وقصته، اور قصہ یہ جو ہے ان کا، ماروي، وہ جو روایت کیا گیا ہے، أن النبي عليه الصلاة والسلام، کہ حضور علیہ السلام نے، اشترى ناقة من أعرابي، کہ اونٹنی خریدی ایک دیہاتی

سے، وأوفاه الثمن، اور ادا کر دیا اس کو ثمن، فأنكر الأعرابي استيفاءه، تو انکار کیا دیہاتی نے ان کے وصول کرنے کا، وقال، اور کہا اس نے: هلم شهيدا، گواہ لاؤ، فقال، حضور فرمانے لگے: من يشهد لي ولم يحضرني أحد، کون میرے لیے گواہی دے گا اور کوئی ایک بھی حاضر نہیں تھا، حال یہ کہ کوئی ایک بھی حاضر نہیں تھا، فقال خزيمة، حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہ فرمانے لگے: أنا أشهد يا رسول الله، میں گواہی دیتا ہوں اے اللہ کے پیغمبر، أنك أوفيت الأعرابي ثمن الناقة، کہ آپ نے ادا کر دیے ہیں اس دیہاتی کو اونٹنی کے ثمن، فقال، حضور فرمانے لگے: كيف تشهد لي ولم تحضرني؟ تم کیسے میرے لیے گواہی دیتے ہو حالانکہ تم حاضر نہیں تھے؟ فقال، يا رسول الله، کہنے لگے اے اللہ کے پیغمبر! إنا نصدقك فيما تأتينا به من خبر السماء، کہ ہم بے شک ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں وہ جو آپ ہمارے پاس آسمان کی خبریں لے کر آتے ہیں، أفلا نصدقك فيما تخبر به من أداء ثمن الناقة؟ تو کیا ہم آپ کی تصدیق نہیں کریں گے وہ جو آپ ہمیں اونٹنی کے ثمن کی ادائیگی کی خبر دے رہے ہیں؟ فقال عليه السلام، تو حضور علیہ السلام فرمانے لگے: من شهد له خزيمة فهو حسبه، جس کے لیے خزیمہ نے گواہی دے دی تو وہ اس کے لیے کافی ہے، فجعلت شهادته كشهادة رجلين كرامة وتفضيلا على غيره، پس قرار دے دیا گیا حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کی طرح ہی، كرامة وتفضيلا على غيره، بطور اعزاز اور فضیلت کے غیروں پر، مع أن النصوص أوجبت اشتراط العدد في حق العامة، اگرچہ نصوص نے واجب کیا ہے عدد کی شرط کو عام لوگوں کے حق میں، فلا يقاس عليه غيره، لہٰذا ان پر ان کے علاوہ کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔

یہ تھی پہلی شرط قیاس کی۔ کہ پہلی شرط کیا؟ کہ مقیس علیہ اپنے حکم کے ساتھ مخصوص نہ ہو، وہ حکم اسی میں بند نہ ہو کسی دوسری نص کی وجہ سے، کسی نص کی وجہ سے۔

وأن لا یکون معدولا به عن القیاس، یہ متن ہے یاد رکھیے۔ وأن لا یکون معدولا به عن القیاس، یہ دوسری شرط ہے قیاس کی۔ دوسری شرط یہ کہ وأن لا یکون معدولا به، کہ وہ اصل جو ہے یعنی مقیس علیہ وہ ایسا نہ ہو، کیسا نہ ہو؟ معدولا به عن القیاس، ہٹا ہوا قیاس سے۔ وہ اصل جو ہے وہ قیاس سے ہٹا ہوا نہ ہو بھائی۔

اصل سے ہی آپ نے حکم کو متعدی کرنا ہے کس کی طرف؟ فرع کی طرف۔ تو اگر اصل خود ہی قیاس سے ہٹا ہوا ہے تو پھر کیسے آپ دوسری چیز کو اس پر قیاس کریں گے بھائی؟ قیاس سے طریقہ قیاس سے ہٹا ہوا یعنی قیاس کے طریقے سے ہٹا ہوا ہو۔ اور قیاس کا کیا طریقہ ہے؟ کہ ایک قیاس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک حکم کی ایک علت ہماری عقل میں آتی ہے۔ اس کی علت ہماری عقل میں، ہمیں علت اس کی سمجھ میں آتی ہے، پھر وہی علت ہمیں دوسری جگہ ملتی ہے تو ہم وہی حکم لگا دیتے ہیں۔ تو اگر یہ اصل قیاس کے طریقے سے ہٹا ہوا ہو یعنی اس کی علت عقل میں آتی ہی نہیں، عقل میں عقل میں آتی نہیں یا عقل میں تو آتی ہے لیکن خلاف القیاس ہے۔ یہ خود خلاف القیاس ہے۔

سمجھ میں آیا؟ تو سب صورت، یہ قیاس کے طریقے سے ہٹے ہونے کی سب صورتیں اس میں آگئیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ مخالف القیاس ہو۔ ہو سکتا ہے عقل میں اس کی علت ہی نہیں آتی۔ مثلاً بھائی فجر میں دو رکعتیں فرض ہیں، کیوں فرض ہیں؟ کیا وجہ ہے؟ ظہر میں چار فرض ہیں، کیا وجہ ہے اس کی کہ؟ یہ

ہمیں عقل میں بات ہی عقل میں ہی نہیں آتی، کیا وجہ ہے اس کی علت ہی نہیں سمجھ میں آتی۔ طواف سات چکر چکر ہوں گے تو ایک طواف ہو گا، بھائی سات کیوں؟ سات سے زیادہ یا کم کیوں نہیں؟ ہمیں علت نہیں سمجھ میں آتی۔ زکوٰۃ 40 درہم میں سے کتنا بنے گا؟ چالیسواں حصہ دینا پڑے گا بھائی، چالیسواں حصہ بھائی۔ تو چالیسواں کیوں؟ کم کیوں نہیں؟ زیادہ کیوں نہیں؟ یہ ہمیں عقل میں عقل میں آتی ہی نہیں ان کی علت۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو یہ کچھ چیزیں جو عقل میں ہی نہیں آتیں، علت کا پتہ ہی نہیں چلتا بھائی، اور کچھ چیزیں وہ عقل میں تو آتی ہیں لیکن وہ خود مثلاً مخالف قیاس ہیں۔ مثلاً ایک آدمی روزے کے اندر بھول کر کھا پی لے، اب قیاس تو کہتا ہے کہ یہ اس کا روزہ ٹوٹ جانا چاہیے کیونکہ اس نے روزے کے منافی کام کیا ہے، روزہ نام ہی کس چیز کا تھا؟ کھانے پینے اور صحبت سے اپنے، یعنی پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے اپنے آپ کو روکنے کا نام تھا۔ تو اس نے تو رکن ہی ختم کر دیا کھا پی لیا، لیکن حدیث میں آگیا کہ یہ کیا ہے اس کا روزہ ہے جو بھولے سے جس نے کھا لیا۔

تو جب یہ حکم خود خلاف القیاس ہوا، عقل تو کہہ رہی ہے ٹوٹنا چاہیے، حدیث کہہ رہی ہے نہیں ٹوٹا اس کا روزہ۔ جب یہ حکم خلاف القیاس ہوا تو اس پر آپ کسی دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے۔ ایک آدمی پر دوسرے نے بندوق اٹھائی کہ چلو بھائی یہ پانی پیو روزے کے اندر نہیں تو تمہیں گولی مار دوں گا، وہ پانی پی لیتا ہے، آپ کہیں بھائی اس کا بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔ اس کا بھی روزہ نہیں ٹوٹا اس پر قیاس کرتے ہوئے، صورت سمجھیں؟ یا یا کوئی کلی کر رہا تھا، کلی کرتے ہوئے تھوڑا سا پانی حلق میں

چلا گیا ہے احتیاطی کی وجہ سے، تو اس کو اس نسی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قیاس تو وہاں کیا جاتا ہے کہ جہاں اصل میں حکم کیا ہو؟ قیاس کے طریقے پر ہو، عقل میں آنے والا ہو اور یہاں تو اصل کا حکم خود کیا ہے؟ خلاف القیاس ہے، تو لہٰذا وہاں پر دوسری چیز کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بات سمجھ میں آگئی؟

وأن لا يكون معدولا به عن القياس، اور یہ کہ وہ اصل جو ہے وہ ہٹا ہوا نہ ہو عن القياس أي عن طريق القياس، کس سے نہ ہٹا ہوا ہو؟ قیاس کے طریقے سے۔ أي لا يكون الأصل مخالفا للقياس، یعنی اصل قیاس کے مخالف نہ ہو۔ یہ ایک صورت ہے مولانا، میں نے اور بھی صورت ذکر کر دی چاہے عقل میں ہی نہ ائے۔ إذ لو كان هو بنفسه مخالفا للقياس، اسی کیونکہ اگر اصل خود ہی قیاس کے مخالف ہوا، فكيف يقاس عليه غيره، تو کیسے اس پر اس کے غیر کو قیاس کیا جائے گا؟ كبقاء الصوم مع الأكل والشرب ناسيا، جیسے کہ روزے کا باقی رہنا مع الأكل والشرب، باوجود کھانے اور پینے کے، ناسیا، بھول کر۔ بھول کر کھانے اور پینے کے باوجود روزے کا باقی رہنا، فإنه مخالف للقياس، پس بے شک یہ قیاس کے مخالف ہے، إذ القياس يقتضي فساد الصوم، اس لیے کیونکہ قیاس تو تقاضا کرتا ہے روزے کے فاسد ہو جانے کا، وإنما أبقيناه لقوله عليه الصلاة والسلام، اور ہم نے اس کو باقی رکھا حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے، للذي أكل ناسيا، وہ جو آپ نے فرمایا اس شخص سے جس نے بھول کر کھا لیا تھا، ایک شخص نے بھول کر کھا پی لیا تھا تو حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم على صومك، تم أتمم سے امر ہے مولانا، کیا آئے گا امر؟ فر يفر، تم يتم وہی وزن ہے نہ، کیا پڑھا آپ نے گردان میں؟ الأمر منه فر فر

افرر، فک ادغام تینوں طرح جائز ہوتا ہے۔ تو یہاں پر تو خیر فک ادغام نہیں کیونکہ حدیث کے الفاظ بتلا، یہ رسم الخط بتلا رہا ہے لفظ کا، کہ یا تو یہ کیا ہے؟ تم یا تمِ۔ تم علی صومك، تم اپنے روزے کو مکمل کرو، تم اپنے روزے کو مکمل کرو، فإنما أطعمك الله وسقاك الله، تمہیں اللہ ہی نے کھلایا ہے اور اللہ ہی نے پلایا ہے، فلا یقاس، یہ حدیث ہے ساری بھائی یہاں تک بھائی۔

حضور نے فرمایا کہ اس نے بھولے سے کھا لیا تھا حضور علیہ السلام فرمانے لگے اپنے روزے کو مکمل کرو یعنی تمہارا روزہ نہیں ٹوٹا، تمہیں اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے، فلا یقاس علیه الخاطئ والمکرہ، تو اس پر خاطی اور مکرہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کما قاسهما الشافعي، جیسے کہ ان دونوں کو قیاس کیا ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے بھائی۔ خاطی، بھائی ایک ہے ناسی بھول کر کھا پی لیا، اسے روزہ یاد ہی نہیں تھا کہ میرا روزہ ہے یا یہ روزے والے ایام ہیں اس نے کھا پی لیا، ایک ہے خاطی غلطی سے، مثلاً کلی کر رہا تھا ارادہ نہیں تھا لیکن تھوڑا سا پانی حلق میں چلا گیا یہ ہے خاطی، اور ایک مکرہ جس پر زبردستی کی گئی بھائی، دوسرے نے تلوار نکالی کہ یہ چیز روزے کے اندر یہ کھاؤ یا پیو، تو لہٰذا خاطی اور مکرہ کو ناسی پر قیاس نہیں کیا جائے گا کیونکہ ناسی کا تو حکم خود کیا ہے؟ خلاف القیاس ہے۔

چلیے بس بھائی، هذا هو المرام والله أعلم بحقيقة الكلام۔